دور جدید میں مسلم مہاجرین کی آبادکاری سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں

Modern age colonization of Muslim immigrants in the light of Sirat-al-Nabi (SAW)

غلام یوسف*

Abstract

The problem of Muslim refugee in the world a live challenge for modern world, because its have some causes thought of domination of Jews and rolling all over the world. Secondly over lights past and rolling on 3 continents Asia, Europe and Africa on the base of equality without help of non-Muslim. Non-Muslim dislike that things. Now they make planning to control the Muslim world and show that the defend Jihad a terrorism. In this way according to Jews and Hindus every Muslim is a tsarist because he is acting Jihad religiously and spread terrorism in land. Attack the Jew on Muslim country also a cause of creates problems for Muslim people to migration for other country to safety.

In Islamic history when the Holy prophet (SAW) establish the first Islamic state at Medina, issues of immigrants were common that time, but he settled them with great planning .As a result it is a practically role model for mankind specially for Muslim country in modern age because Islam provides us a complete code of life and guide safety and welfare human in emergency and normal position without difference between Muslim and non-Muslim.

مطالعہ سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں بھی ہجرت اور پناہ گزینی کے مسائل درپیش آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان معاملات کو بطریق احسن نپٹا کر روشن مثالیں قائم کیں جس سے کامیابی کی راہیں ہموار ہوئیں ۔ اس آرٹیکل کے ذریعے عہد رسالت ﷺ کی مہاجرت کے عصر حاضر سے مماثلت کے پہلوؤں کو اجاگر کر کے امت مسلمہ کو ہجرت وپناہ گزینی کے موجودہ درپیش زندہ مسائل سے آگاہی دی گئی ہے تاکہ امت مسلمہ ذاتی مسائل خود حل کرنے کی سعی کرے۔

ان مسائل پر بخوبی قابو پانے کے لیے قومی وعالمی سطح پر مہاجرین کی آبادکاری کی حکمت عملی وضع کرنے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے فوری اقدامات اٹھانے ہوں گے۔ تاکہ انسانی جانوں کا

* لیکچرر، اسلامک سٹڈیز، گورنمنٹ انٹر کالج، کیل نیلم آزاد وجموں کشمیر

تحفظ ممکن ہو۔ رسول اکرم ﷺ کا پناہ گزینوں کی بحالی اور آبادکاری کے لیے کیے گے اقدامات سیرت رسول ﷺ کا ایک روشن اور درخشاں پہلو جو آج بھی انسانیت کے لیے قابل تقلید اور قابل عمل ہے۔ مہاجرین کی آبادکاری کے سلسلے میں مواخات مدینہ اقوام عالم کی تاریخ میں منفرد مثال ہے۔ اس عنوان پر سیر حاصل مباحث کتب سیرت اور اصلاح معاشرہ وسماج کے لیے کافی تحقیقی کام اہل علم ودانشوروں کے قلم سے منظر عام پر آچکا ہے، علاوہ ازیں جب بنو نضیر کی بد عہدی کی وجہ سے ان کو جلاوطن کیا گیا تو ان کی جائدادیں بحق سرکار ضبط ہوئیں۔ حضور ﷺ نے انصار صحابہؓ کو بلا کر مشورہ کیا اور دو آراء کا الگ الگ اظہار فرمایا۔ پہلی رائے میں انصار سے پوچھا۔ اگر ان جائیدادوں کو انصار اور مہاجرین میں تقسیم کر دیا جائے اور مہاجرین بدستور تمھارے ساتھ یعنی انصار کے ساتھ رہائش پذیر رہیں۔ دوسری رائے کہ اگر تمھاری مرضی ہو تو ان جائدادوں کو مہاجرین کی آبادکاری کے لیے تقسیم کر دیا جائے اور مہاجرین تمھاری زمینیں اور مکانات تمھارے لیے خالی کر دیں۔ اس پر انصاری صحابہ کے سرداروں حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے بیک زبان ہو کر کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ بلکہ ان جائیدادوں کو مہاجرین میں تقسیم فرمادیجیے اور وہ بدستور ہمارے گھروں میں قیام پذیر رہیں۔ انصار صحابہؓ کا جواب حوصلہ افزا تھا۔ اب آخری فیصلہ حضور ﷺ نے خود فرمایا کہ یہ جائیدادیں مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور انصار کی جائیدادیں مہاجرین سے خالی کرواکر واپس انصار کو دے دیں۔ صرف دو انصاری صحابہ حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت سہل بن حنیفؓ کو ان جائیدادوں میں سے حصہ عطا کیا کہ ان کے پاس پہلے سے کوئی جائیدادیں نہ تھیں۔ مہاجرین کی آبادکاری سے متعلق سیرت کے اس روشن پہلو کو عصر حاضر میں اگر خوش اسلوبی کے ساتھ اجاگر کیا جائے تو آج بھی امت مسلمہ اس حوالے سے اپنے مسائل خود حل کرنے میں خودکفیل ہو سکتی ہے۔

سیرت طیبہ کے اس روشن پہلو سے موجودہ دور میں یہ مماثلتی اہمیت اجاگر ہوتی ہے کہ جو مسلم پناہ گزیں حضرات غیر مسلم ممالک میں پناہ لیے ہوئے ہیں اور زمانے کی گردش نے اپنے وطن

کے حالات ساز گار بنا دیے ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ اس میزبان ملک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے واپس اپنے دیس کی راہ لیں اور میزبان ملک پر مزید بوجھ نہ بنیں[1]۔

پناہ گزیں اور موجودہ عالمی صورت حال

اقوام متحدہ کے "ادارہ برائے پناہ گزیناں" کے مطابق دنیا میں رونما ہونے والی حالیہ جنگوں اور تنازعات کے نتیجے میں گزشتہ کچھ عرصے سے بے گھر افراد کی تعداد اپنی ریکارڈ سطح پر پہنچ گئی ہے۔ ۲۰۱۵ء کے آخر تک ان کی تعداد ۶ کروڑ ۵۳ لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ ایک سال کے اندر ۵۰ لاکھ افراد کا اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں ہر ۱۱۳ میں سے ایک آدمی بے گھر ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد نقل مکانی کا یہ سب سے بڑا اسیلاب ہے جسے سمیٹنے میں دنیا ناکام ہے۔ ۵۴ فیصد پناہ گزینوں کا تعلق محض تین ممالک شام، افغانستان اور صومالیہ سے ہے۔ اکثریت کا رجحان یورپ کی طرف نقل مقانی کا ہی رہا لیکن ان میں سے اکثریت کا پسندیدہ ملک جرمنی تھا۔ جس کی ایک بڑی وجہ اس کی چانسلر انجیلا مرکل کا پناہ گزینوں کے لئے مشفقانہ رویہ بنا۔

ڈاکٹر عظیم ابراہیم[2] کی تحقیق کے مطابق ستائیس لاکھ شامی مہاجرین کا بوجھ اٹھانے کی وجہ سے ترک ریاست کے وسائل دباؤ میں آئے ہیں۔ اردن اور لبنان تو شاید مہاجرین کے بھاری بوجھ تلے ہی دب جائیں گے۔ لبنان نے دس سے پندرہ لاکھ کے درمیان شامی مہاجرین کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے جبکہ اس کی اپنی آبادی پچاس لاکھ نفوس سے بھی کم ہے۔ گویا لبنان میں اس وقت آباد ہر پانچواں شخص شامی مہاجر ہے اور مہاجرین کا ملکی آبادی میں یہ تناسب دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اب مہاجرین کے

---

1 اس طرح پناہ گزینی کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر وہ اس میزبان ملک کی شہریت حاصل کر چکے ہیں اور پر امن زندگی گزار رہے ہیں۔ اپنے علم و فن اور جان فشانی سے اس ملک کی آمدنی کا باعث بن رہے ہیں (دوسرے لفظوں میں وہ اس ملک پر بوجھ نہیں ثابت ہو رہے بلکہ ان کی آباد کاری سے ان ممالک کو فائدہ ہے اور یہ غیر مسلم ممالک اپنی قوت مسلمان ممالک کے خلاف بھی استعمال میں نہیں لاتے جیسا کہ کینیڈا اور جرمنی کے ممالک ہیں۔ ان ملکوں کو افرادی قوت کی اشد ضرورت ہے) تو اس ملک میں رہائش پذیر ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ دوم یہ کہ ان ممالک میں تبلیغ دین کا فریضہ جتنا اور جس انداز سے ممکن ہو اسے بھرپور انداز میں ادا کرنے کی کوشش کرتا رہے کہ یہ مومن کا اصل مقصد حیات ہے۔

2 ڈاکٹر عظیم ابراہیم مینز فیلڈ کالج، آکسفورڈ یونیورسٹی کے فیلو اور امریکی آرمی کالج کے سٹریٹیجک اسٹڈیز انسٹی ٹیوٹ میں ریسرچ پروفیسر ہیں۔ انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے۔

اس دباؤ نے اپنا کام دکھانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ اب وہ شامیوں کو اس وقت تک ملک میں آنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں جب تک کہ وہ یہ نہ ثابت کر دیں کہ وہ وہاں سے کہیں اور چلے جائیں گے۔ شام، عراق، چیچنیا، برما، فلسطین، لیبیا، افغانستان، کشمیر، کاشغر، تیونس اور صومالیہ میں تشدد کا سلسلہ جاری ہے اور مہاجرت کی زندگی اختیار کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اگر اس سیلاب کو روکنے کے لیے کچھ نہیں کیا جاتا تو انسانی بوجھ اٹھانے والے ممالک بہت جلد خود عدم استحکام کا شکار ہو جائیں گے اور مہاجرین کی آباد کاری ایک بدترین ڈراؤنا خواب بن کر رہ جائے گا۔ کمزور معیشتیں کب تک اس طرح کا بوجھ سہارتی رہیں گی۔ اسلامی ممالک کب تک خاموش تماشائی بنے رہیں گے اور اس بحران کے بنیادی اسباب کو نظر انداز کرتے رہیں گے؟ ان جاری تنازعات کو حل کرنے کا کوئی قابل عمل منصوبہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی مشترکہ ایجنڈا اسلامی ممالک میں قابل غور ہے جن میں پاکستان، ایران ترکی اور ملائیشیا قابل ذکر ہیں کہ مہاجرین کے مسائل کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے میں مدد تو مل رہی ہے مگر اس کا کوئی مکمل حل نہیں نکالا جارہا۔

پاکستان اور مہاجرین

گزشتہ سال وفاقی وزارت داخلہ کی ایک رپورٹ میں تارکین وطن کا تخمینہ ۵۰ لاکھ لگایا، جن میں سب سے بڑی تعداد افغان شہریوں کی ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۴ لاکھ رجسٹرڈ اور ۷ لاکھ غیر رجسٹرڈ افغان پناہ گزین پاکستان میں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق کراچی میں بنگالی افراد کی تعداد ۱۵ لاکھ ہے جب کہ بنگالی باشندوں کے نمائندے خواجہ سلمان اپنی برادری کی تعداد ۲۵ لاکھ تک بتاتے ہیں اور تقریباً ۲۰۰۰ کے لگ بھگ روہینگیا مہاجرین بھی کراچی میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔

عہد رسالت ﷺ کی ہجرت کے عصر حاضر سے مماثلتی پہلو قدر اشتراک

مہاجرین کی آباد کاری ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے تاہم مسلم ممالک میں اس مسئلہ کے پیدا ہونے کے کئی ایک اسباب اور محرکات ہیں جو ہم پر زبردستی لاگو کیے گے ہیں۔ ان مسائل اور پابندیوں کے اثرات ریاستی باشندوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مہاجرین کی آباد کاری انسانیت کی خدمت کا دوسرا نام ہے۔ موجودہ دور میں ان لٹے پٹے خاندانوں کو پھر سے باعزت اور کامیاب زندگی گزارنے اور ان کے

مصائب ومشکلات کم کرنے کے لیے عہد رسالتؐ سے آباد کاری کی مجموعی تعلیمات سے مماثلتی اور اشتراکی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش اس آرٹیکل میں کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ہم عہد رسالت ﷺ کو تین ادوار میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

دور اول: مکی دوردارالکفرودارالحرب

ماضی میں اس کی مثال ہجرت مدینہ سے قبل کے مکی دوررسالت ﷺ سے دی جاسکتی ہے۔ جو مسلمانوں پر سختیاں اور اور مشکلات جھیلنے کا دور تھا۔ مسلمانوں پر مذہبی سیاسی اور معاشرتی پابندیاں تھیں بلکہ مسلمان خود بھی محفوظ نہ تھے۔ سرعام مذہبی فرائض سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ ان مصائب سے نپٹنے کے لیے اس وقت ہجرت کی بڑی اہمیت اور افادیت تھی اور آج بھی اس امر کی افادیت جہاں ضروت ہو وہاں مصدقہ ہے۔ مکی دور میں مخلص مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بمشکل تیار ہوئی اس پر بھی اسلامی جہاد کا فریضہ عائد نہ تھا اس وجہ سے وہ اپنا دفاع بھی نہ کرسکتے تھے یہ کہ تعداد کی بھی قلت تھی۔ مکی دور میں جہاد کی جگہ حالات کے پیش نظر اللہ تعالی نے ہجرت کو فرض قرار دیا تھا تاکہ مسلم قوم اپنے دین وایمان اور جان ومال کو محفوظ ومامون کرسکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا}[1]

(جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی (اے نبی ﷺ) تم پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔)

دارالکفرودارلحرب

یعنی ایسا ملک اور علاقہ جہاں اقتدار کا نظم ونسق غیر مسلم کے ہاتھ میں ہو مسلم اقلیت پر مظالم ہو رہے ہوں یا اسلامی شعائر پر پابندی ہو۔ مسلمانوں کی جان ومال اور عزت کو تحفظ نہ اور خوف کی فضاء قائم ہو جیسا کہ آج اس وقت کشمیر، فلسطین، روہینگیا اور شام کے مسلمانوں کی حالت زار ہے۔ جن سے زندگی کے حقوق بھی چھین لیے گئے ہیں۔ دارالحرب کی یہ پہلی قسم وقت کی ضرورت پر انحصار کرتی ہے فقہا نے حالات اور جغرافیائی لحاظ سے اسکی توضیحات وتشریحات کی ہے۔ تاہم جمہور ائمہ کرام اس بات پر

---

1 الأنفال:72

متفق ہیں کہ ہجرت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔اس کے فیوض و برکات سے انسانی جانوں کو محفوظ و مامون بنایا جاسکتا ہے۔اس ضمن میں ایسے غیر مسلم ممالک جہاں مسلم آبادی اقلیت کے طور پر رہی ہے۔اس سے تعلقات دو طرح کے ہوسکتے ہیں۔ایک تو اس ملک کی خارجہ پالیسی ہوگی جو دوسرے اسلامی ممالک سے اس کے تعلق کی نوعیت کی بنیاد پر ہے۔دوسرا یہ کہ اس ملک کے اندر اقلیتوں کے بارے میں جن میں مسلمان بھی ہیں اس ملک کا کیا رویہ اور قانون سازی ہے؟

قرن اولیٰ میں مسلمان قوم بہت کم غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر ہوتی تھی۔ مسلمان ہوتے ہی وہ دارالسلام میں منتقل ہو جاتے تھے ۔ مگر موجودہ دور کی صورت حال بالکل مختلف ہے اب مذہبی تفرقات کے ساتھ نسلی اور گروہی تعصبات نے باقاعدہ پنپنا شروع کر دیا ہے ۔ ممالک کی جغرافیائی صورت حال یکسر بدل چکی ہے۔اب تو اسلامی ممالک بھی لٹے پٹے مسلمان مہاجرین کو پناہ دینے سے قاصر نظر آتے ہیں۔مہاجرین کی آباد کاری کے سلسلے میں علامہ ابن قدامہ کی رائے انتہائی مناسب معلوم ہوتی ہے۔انھوں نے دارالکفر اور دارالامان کے مسلمان باشندوں کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تین صورتوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ وجوب ہجرت

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دارالکفر میں رہنا محال ہو۔مذہبی، سیاسی اور معاشی پابندیاں ہو۔جان ومال اور عزت کا تحفظ نہ ہو اور ہجرت کرنے پر کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو ان کے لیے اس علاقہ سے کسی ایسے علاقے کی طرف ہجرت کرنا لازم اور واجب ہے جہاں وہ امن سے رہ سکیں اور شریعت کی رو سے اپنے مذہبی فرائض کی انجام دہی میں وہ معذور تصور نہیں ہوں گے۔انھیں اپنے مذہبی فرائض بخوبی سرانجام دینے ہوں گے اگرچہ اس کے لیے اپنا علاقہ گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑے۔

۲۔ اضطراری حالت اور ہجرت سے معذوری

اس قسم میں وہ لوگ ہیں جو دارالکفر میں رہ رہے ہیں۔انھیں کسی قسم کا تحفظ حاصل نہیں ہر وقت ہراساں کیا جاتا ہے مذہبی آزادی نہیں ہے۔دوسرے ممالک کی طرف ہجرت کرنے پر پابندی ہو یا خواتین، بیمار، معذور اور بچوں کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکتے ہوں۔مثال کے طور پر میانمر، (برما) چین

کے صوبے کاشی کے مسلمانوں پر بھی ہجرت کی پابندی ہے علاوہ ازیں جیسا کہ فلسطین اور کشمیر کی موجودہ صورت حال ہے۔

ایسے لوگوں پر ہجرت واجب نہیں۔ یہ لوگ بعض شرعی امور میں معذور تصور ہوں گے۔ ہجرت اور شرعی امور سے معذوری تاحیات نہیں ہے۔ قریبی اسلامی یا غیر اسلامی ملک سے مروجہ بین الاقوامی خارجہ پالیسی اور قوانین (اگر مرتب ہوں ورنہ مرتب کیے بھی جاسکتے ہیں) کے تحت ان کی جانی ومالی معاونت کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور مسلمان حکومت قیدیوں کے تبادلے یا دیگر حکومتی امور میں مشاورت کر کے باہم معاہدہ کے ذریعے دارالکفر کے باشندوں کو آزادی دلا سکتے ہیں اپنے ملک میں جگہ اور پناہ بھی فراہم کر سکتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ مستحب ہجرت

تیسری صورت ہجرت کے مستحب ہونے کی ہے۔ بلکہ اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہوں تو ہجرت نہ کریں یہ افضل ہے۔ اس قسم کی وضاحت دارالامان کی بحث میں کی گئی ہے۔

دور ثانی: مدنی دور "دارا السلام"

مدنی دور میں نبی رحمت ﷺ نے ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی جو رہتی دنیا تک ایک مثالی اسلامی ریاست کا درجہ رکھتی ہے۔ یعنی ایسی اسلامی ریاست جہاں مسلم قوم کے علاوہ دوسری اقلیتوں کو بھی برابری کے حقوق حاصل تھے۔ اسی ریاست کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے آج تقریباً ساٹھ اسلامی ممالک میں غیر مسلم اقلیت کو مذہبی سیاسی اور معاشی آزادی حاصل ہے۔ اس کے برعکس غیر مسلم ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں رہ رہے ہیں وہاں ان پر عرصہ حیات دن بدن تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کو ہراساں کیا جانا اور مذہبی شعائر پر پابندی کے آئے روز نئے نئے قوانین سازی کے حیلے بہانے امت مسلمہ کے خلاف سازشوں کا حصہ ہیں۔

دارالسلام

ایسا ملک یا علاقہ جو اسلامی ریاست کی تعریف پر پورا اترتا ہو یا اس کا سربراہ مسلمان ہو۔ اس ریاست میں جملہ غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل جانی مالی تحفظ حاصل ہو۔ اقلیتوں کو برابر کے حقوق حاصل ہوں۔ شارع

علیہ السلام نے ہجرت کے کلی احکامات کو کالعدم قرار نہیں دیا بلکہ صرف اہل مکہ جو کہ "دار السلام" بن جانے کے بعد امن سے رہ رہے تھے ان کے لیے وہاں سے ہجرت نہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

حدیث" لاہجرۃ بعد الفتح "کا مفہوم

ہجرت کا لفظ اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ایک تو ہجرت اللہ کے لیے ہو تو یہ نیت پر انحصار ہے کہ وہ شخص اپنے دین ومذہب کے ساتھ کتنا مخلص ہے۔ اگر واقعی ہی اللہ کے لیے ہے تو یہ عمل سنت بھی ہے اور کار ثواب بھی۔ بصورت دیگر اگر ہجرت کا مقصد صرف دنیا کی تحصیل ہو تو اگرچہ ہجرت ہوگی مگر کار ثواب میں شامل نہیں ہوگی جیسا کہ حدیث انما الاعمال بالنیات کا شان ورود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ هِجْرَةَ بَعْدَ الفَتْحِ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا»[1]

(فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد کرنا ہے اور نیت اور اگر تُم لوگوں کو نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل جاؤ۔)

حدیث شریف میں مکہ مکرمہ فتح ہو جانے کے بعد، مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے[2] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کے صادر ہونے سے لے کر، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ جمیعاً، اور اُمت کے سارے ہی أئمہ کرام اور عُلماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حکم کے بعد مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا جائز نہیں کیونکہ مکہ مکرمہ مسلمانوں کے زیر اختیار ہو چکا اور "دار الاسلام" بن چکا ہے۔ اسی حدیث کی روشنی میں فقہا[3] نے متفقہ طور پر یہ مسئلہ

---

1 بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔ كِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ فَضْلِ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، رقم الحدیث: 2783۔ ج4ص15۔

2 اس ضمن میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فَالْمُرَادُ الْهِجْرَةُ الْمَخْصُوصَةُ، فَإِنَّهَا انْقَطَعَتْ بِالْفَتْحِ وَبِقُوَّةِ الْإِسْلَامِ (فخر الدین رازی، أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین۔ التفسیر الکبیر۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420ھ۔ ج15 ص519)۔ (حضور ﷺ کا ارشاد مبارک کہ "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں"، اس سے مراد مخصوص ہجرت ہے (جو فتح مکہ سے قبل مکہ مکرمہ سے ہجرت مکہ مکرمہ کے دارالکفر کی وجہ سے تھی) اور اب ہجرت مکہ مکرمہ سے نہیں کہ مکہ مکرمہ فتح ہو چکا ہے۔)

3 اس ضمن میں امام بدر الدین عینی کی وضاحت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ نے فتح مکہ کے بعد، مکہ المکرمہ سے ہجرت والی ممانعت کے حکم والی حدیث شریف کی شرح میں لکھا: وَالْهِجْرَةَ من دَار الْحَرْب إِلَى دَار الْإِسْلَام: بَاقِيَة إِلَى يَوْم

بھی اخذ کیا کہ ہر وہ شہر جس پر مسلمانوں کا اختیار ہو جائے وہ "دار الاسلام" کے حکم میں ہو گا اور وہاں سے ہجرت نہیں کی جائے گی۔

عہد رسالت ﷺ میں فتح مکہ سے قبل ہجرت کا معاملہ انتہائی اہمیت و فضیلت اور نوعیت کا تصور کیا جاتا تھا بلکہ فرض کا درجہ رکھتا تھا۔ چونکہ مکی دور میں جہاد فرض نہ تھا اس وجہ سے ہجرت کو دین اسلام میں اہم مقام حاصل تھا۔ تاہم مدنی دور میں جب امت مسلمہ کو ایک آزاد اسلامی ریاست کی صورت میں مذہبی وسیاسی غلبہ ہو گیا تو ہجرت کے فضائل کے ساتھ جہاد کے فضائل نے بھی امت مسلمہ کو ایک بلند دفاعی مقام اور پوزیشن پر کھڑا کیا ہے۔ جس طرح بقائے دین اسلام کے لیے جہاد کی اہمیت مسلمہ حقیقت ہے۔ اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اگر کوئی مسلم معاشرہ غفلت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس غفلت سے فی زمانہ امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے کیونکہ امت مسلمہ پہلے ہی گوناگوں داخلی اور خارجی مسائل میں پھنسی ہوئی ہے۔ جب ایک مومن اسلامی شعار سے مزین اور سرشار ہو کر دین اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر والدین، خاندان وطن کو خیر آباد کہتے ہوئے دیار اغیار میں دین

الْقِيَامَة، وَلم تبقَ هِجْرَة من مَكَّة بعد أَن صَارَت دَار الْإِسْلَام، وَهَذَا يتَضَمَّن معْجزَة لرَسُول الله، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، بِأَنَّهَا تبقى دَار الْإِسْلَام لَا يتَصَوَّر منْهَا الْهِجْرَة. قَوْله: (وَلَكِن جِهَاد) ، أَي: لَكِن لكم طَرِيق إِلَى تحصل الْفَضَائِل الَّتِي فِي معنى الْهِجْرَة، وَذَلِكَ بِالْجِهَادِ وَنِيَّة الْخَيْر فِي كل شَيْء من لِقَاء رَسُول الله، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَنَحْوه(عینی، أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى الحنفى بدر الدين۔ عمدة القاري شرح صحيح البخاري۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی۔ ج10 ص191)۔ (اور دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا قیامت تک باقی ہے اور مکہ کا دار الاسلام بن جانے کے بعد وہاں سے ہجرت کرنا باقی نہیں رہا۔ یہ معجزہ رسول ﷺ ہے کہ فتح مکہ کے بعد بھی دار السلام کے احکامات باقی ہیں۔ اس سے مراد ہجرت کا ترک کرنا نہیں ہے۔ لیکن جہاد کا راستہ فضائل کا حصول ہے جو ہجرت کے معنی میں بھی ہے۔ باقی رہا جہاد اور نیت خیر یہ تو ہر اس چیز میں ہے جو رسول ﷺ سے متعلق ہو۔)، اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام میں مزید وضاحت ہے: وَالْهجْرَة انْقَطَعت بعد فتح مَكَّة لِأَن الْمُؤمنِينَ كَانُوا يفرون بدينهم إِلَى الله وَإِلَى رَسُوله مَخَافَة أَن يفتنوا، وَأما الْيَوْم فقد أظهر الله الْإِسْلَام وَالْمُؤمن يعبد ربه حَيْثُ شَاءَ(عمدة القاري شرح صحيح البخاري۔ ج15 ص11)۔ (اور ہجرت کے احکامات مکہ کی سرزمین کے لیے فتح مکہ کے بعد کالعدم قرار دیے گئے ہیں کیوں کہ مومنین اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اللہ و رسول ﷺ کی طرف بجانب مدینہ دوڑے جا رہے تھے اس خوف سے کہ ان کو مصائب میں ڈالا جا رہا ہے۔ اور اب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے اور مومن اپنے رب کی جیسے چاہے عبادت کر سکتا ہے۔)

اسلام کی ترویج کے لیے طرح طرح کی مشکلات جھیلتا ہے۔ وہ مستقلاً ہجرت کی حالت میں ہے۔ یقیناً وہ اللہ کے ہاں ضرور ثواب کا مستحق ہوگا۔ ثواب کی مقدار کا تعین حدیث میں نہیں ہے تاہم اللہ اپنی شان رحمت کے مطابق عطا کریں گے۔

دور ثالث: "عہد رسالت ﷺ اور حبشہ کی حکومت کا کردار" دارالامان

عہد رسالت ﷺ میں مکی دور میں حضور ﷺ نے صحابہؓ کو مشرکین مکہ کی ایذارسانیوں سے بچنے کے لیے حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس وجہ سے حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے ہجرت حبشہ کا جو حکم دیا اس کے دوررس نتائج برآمد ہوے۔ ایک تو مسلمانوں کو غیر مسلم ملک میں رہنے کے اصول وضوابط سے آشنائی ہوئی اور ایک محفوظ پناہ گاہ بھی فراہم ہوئی جہاں مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی اور ان کے جان ومال اور عزت وآبرو بھی محفوظ تھی۔ بادشاہ کی قسمت میں اسلام کی دولت سے شرف یابی اس کا مقدر تھی۔

دارالامان

ایسا ملک جہاں مسلمان اقلیت میں رہ رہے ہوں۔ زمام اقتدار غیر مسلم کے ہاتھ میں ہو۔ مگر جملہ اقلیت بشمول مسلمانوں کے امن وسلامتی سے رہ رہے ہوں مسلمانوں کو مذہبی سیاسی ومعاشی آزادی ہو۔ جان ومال وعزت وآبرو کا تحفظ بھی حاصل ہو۔ موجودہ دور میں دارالامان کی اس صورت کے پہلو کی مماثلت اس طرح ممکن ہے کہ آج بعض غیر مسلم ممالک کا کوئی سرکاری مذہب نہیں بلکہ سیکولرزم۔ سوشلزم کیمونزم کی اصطلاحات کو سرکاری انقلاب قرار دیا جارہا ہے۔ ایسے میں ان ممالک میں مذہب ایک نجی اور ذاتی معاملہ تصور ہوتا ہے۔ اس ملک کے باشندے مذہبی لحاظ سے آزاد ہوتے ہیں۔ ہر فرد کو اپنے دین ومذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ یہ ملک اگرچہ دارالکفر کے زمرے میں آئے گا مگر یہاں جنگی اور ہنگامی حالات پیش نظر نہیں مسلم قوم پر عرصہ حیات تنگ بھی نہیں بلکہ امت مسلمہ کو مکمل تحفظ مہیا ہے۔ اس وجہ سے یہاں سے ہجرت کرنا اور دوسرے پرامن ملک میں پناہ لینے کی چنداں ضروت نہیں ہے ایسے میں یہاں کے مسلم باشندوں پر پناہ گزینی اور ہجرت کے قوانین لاگو نہیں ہوں گے۔ اس صورت میں چونکہ دارالکفر دارالامن کے قائم مقام ہے۔ جہاں قوم مسلم کو مذہبی، سیاسی ومعاشی آزادی ہے۔ جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ حاصل ہے۔ دین اسلام کی اشاعت

کا فریضہ بخوبی سر انجام دے سکتے ہیں خاطر خواہ نتائج بھی بر آمد ہو رہے ہوں اس صورت کی مثال برطانیہ، جرمنی اور کینیڈا کی دی جاسکتی ہی۔ ایسے میں ان مسلم باشندوں کا اسلامی ممالک کی جانب ہجرت کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ ان مسلمان باشندوں کو ایسے ممالک میں اشاعت اسلام کے فریضہ کو جانفشانی سے سر انجام دینا چاہیے اور اسلام کو حقیقی معنوں میں غیر مسلم کے سامنے پیش کیا جائے۔ ایسی صورت حال میں ان لوگوں کا یہاں سے کوچ نہ کرنا زیادہ ثواب اور درجہ اولیٰ ہے۔ ان کے یہاں رہنے سے اسلام کو تقویت مل رہی ہے۔ انسانیت حقیقی معنوں میں دنیا و آخرت میں کامیاب ہو اور امت محمدی میں آئے روز اضافہ ہو تا رہے۔ یہی شریعت کا مقصود ہے۔ ہو سکتا ہے ان مبلغین اسلام کی کاوشوں سے ان ممالک کی قسمت میں مستقبل میں اسلام بطور سرکاری مذہب ہو۔ دارالامان سے ہجرت کرنے یا نہ کرنے کی ایک چوتھی صورت بھی سامنے آسکتی ہے۔

دارالمعاہدہ والمسالمہ

یعنی وہ غیر مسلم ممالک جن کے ساتھ مسلم ممالک کے معاہدات پہلے سے موجود ہوں یا معاہدات ہو نے جا رہے ہوں ان معاہدات کی رو سے مسلمان ممالک میں غیر مسلم کو اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بعد بنو بکر کا معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو خزاعہ پر شب خون مارنے کی وجہ سے ایک نئی صورت حال پیش ہوئی۔ ایسے میں ہجرت کرنا اور نہ کرنا معاہدہ کے تحت ہے۔ تاہم معاہدہ کی پاسداری ہر دو فریقین پر لازمی ہے تاکہ عالمی امن کی فضاء بحال رہ سکے اور وعدہ کی خلاف ورزی امت مسلمہ کا شیوہ بھی نہیں۔